صنف نعت اور اس کے متعلقات پر
مشتمل ایک پُر مغز رسالہ

نعت

ادب کی
اور
صنف

از قلم
[illegible]
ابو علوان محمد اشرف رضا قادری

امین شریعت دار المطالعہ
[illegible]

نام کتاب : نعت: ادب اور صنف

تصنیف : ابو علوان محمد اشرف رضا قادری

کمپوزنگ : حافظ محمد اسلم رضا قادری بلودا بازار چھتیس گڑھ

تزئین : ہاشم بھائی دہلی

نمودِ اوّل : ۲۰۲۳ء

باہتمام: امین شریعت دار المطالعہ، بلودا بازار چھتیس گڑھ (انڈیا)

Contact:

AMINE SHARIAT DARUL MUTALA

BHAI PROVISION STORE,

OLD BUS STAND, BALODA BAZAR

DIST.: BALODA BAZAR BHATAPARA (C.G.)

PIN: 493332, MOB. :+91 98378-17726

92ashrafrazakhan@gmail.com

پیش لفظ

محمد اشرف رضا قادری

مدیر اعلیٰ سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف

شاعری کے جملہ انواع و اقسام میں ''نعت گوئی'' کو تفوق و تقدس کا جو بلند ترین مقام حاصل ہے، وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ رب العزت خود اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا واصف و مداح ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیثِ کریمہ میں آپ کی تعریف و توصیف اور فضائل و کمالات بیان کیے گئے ہیں۔ سیرتِ طیبہ کی سینکڑوں کتابوں میں آپ کی ''نثری نعت'' کے نمونے قارئین کو دعوتِ فکر و عمل دیتے ہیں۔ زمانۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نعت گوئی کا جو مبارک سلسلہ شروع ہوا ہے، وہ آج تک جاری و ساری ہے۔ دنیا کے کسی بھی خطے میں بسنے والے اہلِ ایمان اپنی اپنی زبان میں نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمدی نغمات ضرور گنگناتے ہیں اور اس زبان کے شعرا نعت پاک رقم کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوارتے ہیں۔

عربی و فارسی کی طرح اردو زبان میں بھی نعت گوئی کی ایک صحت مند اور توانا روایت شروع سے موجود رہی ہے۔ یہاں تک کہ اردو شاعری کی ابتدا ہی حمد، نعت اور منقبت نگاری سے ہوئی ہے۔ آج اس حقیقت کو عصری تعلیم یافتہ طبقہ (جس کو مذہب سے کوئی لینا دینا نہیں) بھی تسلیم کرتا ہے کہ اردو زبان کی ابتدا صوفیائے کرام کی مذہبی کتابوں سے ہوئی اور مذہبی موضوعات عرصۂ دراز تک اردو شعر و ادب کے جزوِ لاینفک بنے رہے۔ تقریباً چار صدی کا طویل ترین فاصلہ طے کرنے کے بعد آج اردو کی نعتیہ شاعری کافی زبان و بیان اور اسلوب و منہج کے لحاظ سے اتنی مضبوط، توانا اور سرمایہ دار ہو چکی ہے کہ یہ کسی بھی صنفِ سخن کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ کمیت و کیفیت کے لحاظ سے اردو

غزل کے بعد سب سے زیادہ کلام اگر کسی صنفِ سخن میں لکھے گئے ہیں تو وہ نعت اور صرف نعت ہے۔ غزل کو چھوڑ کر قصیدہ و مثنوی اور مرثیہ وغیرہ کے مقابل سب سے زیادہ نعت کے دواوین وکلیات معرضِ وجود میں آئے ہیں، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ فنِ نعت گوئی آج بلند ترین مقام پر فائز ہے۔

مقام افسوس ہے کہ صنفِ نعت گوئی جس قدر اہم، مہتم بالشان اور تقدس وتفوق کی حامل ہے، اس سے اتنی ہی غفلت برتی گئی۔ اس کی ادبی وصنفی حیثیت کے تعین میں غفلت اور تساہلی سے زیادہ تعصب وتنگ نظری سے کام لیا گیا اور اس صنفِ سخن کو ناقدینِ ادب و محققینِ شعروسخن نے ایک مذہبی چیز سمجھ کر اس کی قرار واقعی عظمت و حیثیت کو اجاگر کرنے میں ہمیشہ پہلوتہی اختیار کی ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''نعت: ادب اور صنف'' میں صنفِ نعت سے متعلق مختلف موضوعات پر راقم الحروف نے روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے اور نعت کی تعریف وتعارف، پس منظر، قرآن واحادیث کی روشنی میں اس کی اہمیت وفضیلت، مختلف نعت گوشعرا کے ناموں کی فہرست اور خصوصیت کے ساتھ امامِ نعت گویاں، اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری کے فکری فنی اور اس کے ادبی و جمالیاتی پہلوؤں کو حسبِ لیاقت اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ راقم اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہے، اس کا فیصلہ باذوق قارئین کریں گے۔ اہل علم وادب سے گذارش ہے کہ کتاب میں کسی قسم کی لفظی ومعنوی وشرعی اغلاط پائیں تو راقم کو اطلاع فرمائیں، تا کہ دوسرے ایڈیشن میں ان کی اصلاح کی جاسکے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی ونعت خوانی کی توفیق بخشے۔ آمین

تقریظ

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن وسیع ساری کائنات پر اس طرح پھیلا ہوا ہے کہ اس کی بے کراں وسعتوں کا قیاس انسان کی عقل کے بس میں نہیں۔ اس کا احاطہ کرنا یا کما حقہ اس کا حق ادا کرنا ارباب عقل وفہم سے ماورا ہے۔ دنیا کی کم وبیش تمام زبانوں میں ہی نہیں بلکہ علاقائی بولیوں میں بھی نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذخیرے موجود ہیں۔ دنیا میں جہاں جہاں بھی مسلمان اور شمع رسالت کے پروانے موجود ہیں وہاں وہاں نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی شان بان کے ساتھ موجود ہے۔

اردو زبان میں نعتیہ شاعری کا وجود اتنا ہی پرانا ہے جتنی کہ خود اردو شاعری یا اردو زبان کا، اردو زبان کی ابتدا کے تعلق سے مختلف تھیوریز میں تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا ہے مگر یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس زبان نے اپنے ارتقائی دور میں ان بزرگ ہستیوں کے سایہ عاطفت میں اپنے آپ کو پروان چڑھایا جن کا مقصد مخلوق خدا کی خدمت اور دین مصطفےٰ کی اشاعت وتبلیغ تھا۔

نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اردو ادب کی ایک مکمل صنف سخن ہونے کے باوجود بیشتر ناقدین و محققین ادب کے نزدیک وہ مقام ومرتبہ نہ پاسکی۔ اس کی ادبی وصنفی حیثیت کے تعین میں غفلت وتساہلی سے کام لیا گیا اور اس طرح ایک مقدس وعظیم صنف سخن کے ساتھ تعصب وتنگ نظری کا سلوک کیا گیا۔ ناقدین ادب نے شعر وسخن کے اس عظیم ومقدس ذخیرے کی عظمت واہمیت کو ادبی سرمایہ کی حیثیت سے پیش نہیں کیا حالانکہ یہ اصلیت

ہے کہ اردو ادب کے سرمایہ میں مثنوی، قصیدہ و مرثیہ کے مقابل نعتیہ کلام کا ذخیرہ بہت بڑی مقدار میں موجود ہے جو زبان و بیان، اسلوب و نگارش کے لحاظ سے اتنا اہم ہے کہ ادب کا ایک انتہائی قیمتی و مقدس سرمایہ ہے۔

فاضل جلیل و عالم نبیل حضرت علامہ و مولانا اشرف رضا صاحب کا قلم گزشتہ کئی سال سے الحمد للہ رواں دواں ہے۔ وہ چاہے نثری میدان ہو یا شعر و سخن کا، دونوں ہی میدانوں میں موصوف اپنے قلمی جوہر دکھا رہے ہیں۔ زیر نظر کتاب ''نعت: ادب اور صنف'' موصوف کا ایک نیا اور عظیم کارنامہ ہے۔ اس میں صنف نعت کے تعلق سے تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ نعت کی تاریخ و تعریف، پس منظر نیز قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی اہمیت و فضیلت پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ مولانا اشرف رضا صاحب نے اس کتاب میں نعت نگاری کے تعلق سے انتہائی جامع و پر مغز بحث کی ہے مثلاً یہ اقتباس ملاحظہ کریں:

> ''نعت نگاری کے لیے شاعر کے ایمان و عقیدہ کی درستگی کے ساتھ الفاظ و معانی کا بھی دائرۂ شریعت کے اندر ہونا ضروری ہے۔ لفظ و معنی میں روح اور جسم کی مانند ایک اٹوٹ رشتہ ہوتا ہے۔ موضوع، مواد، ہیئت اور اسلوب میں ایک غیر مرئی وحدت ہوا کرتی ہے، جسے عقلِ سلیم ہی محسوس کر سکتی ہے۔ کوئی بھی صنفِ سخن نہ صرف الفاظ کا مجموعہ ہے اور نہ صرف معانی کا انبار۔ کسی بھی صنفِ سخن کے حسن اور کامیابی کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ موضوع و مواد اور ہیئت و اسلوب میں ربط و تناسب کا خاص خیال رکھا جائے۔ کیوں کہ جس طرح جسم و روح کے اتصال سے زندگی عبارت ہے، اسی طرح ادب عبارت ہے لفظ و معنی، مواد و ہیئت اور موضوع و اسلوب سے، خواہ وہ صنفِ نظم ہو یا صنفِ نثر۔ نعت گوئی کے لیے طہارتِ قلب، نفاستِ فکر اور پاکیزگیِ خیال کے ساتھ ساتھ عشقِ رسول اور جذبۂ الفت و

عقیدت ضروری ہے، ان کے بغیر نعتیہ شاعری وجود میں نہیں آسکتی۔
ایک کامیاب نعتیہ کلام کے لیے ضروری ہے کہ اس میں ''چار شرطیں'' پائی جائیں اور نعت گو شاعر ان اصول و شرائط کی بہر حال رعایت کرے۔

[۱] ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کا صحیح علم وادراک۔

[۲] اطاعت و تسلیم، عشق و وارفتگی، جوشِ عقیدت، کامل محبت و خلوص

[۳] غایت درجہ ادب و احترام

[۴] افراط و تفریط سے پاک الفاظ و بیان میں ربودگی اور والہانہ پن

اگر کسی نعت گو شاعر کو ان شرائطِ اربعہ پر مہارت و قدرت حاصل ہے اور وہ ان شرطوں کی رعایت کرتا ہے تو وہ ایک کامیاب نعت گو شاعر ہے اور اس کی شاعری اعلیٰ درجے کی نعتیہ شاعری ہے۔ بصورتِ دیگر وہ محض دماغی ریاضت اور الفاظ و معانی کا ایک بے کیف مجموعہ۔

اس درج بالا اقتباس میں مولانا موصوف نے نعتیہ شاعری کی فنی، ادبی وصف سے بڑھ کر شرعی حیثیت کی لاجواب توضیح و تشریح کی ہے۔ اسی طرح آگے کے صفحات میں نعت گو شعرا کی فہرست کے تعلق سے بڑی ہی دلچسپ و حقیقی بات کہتے ہیں کہ ہمیں تین قسم کے شعرا نظر آتے ہیں۔

اول : وہ شاعر جس نے محض تبرکاً اور رسماً کچھ نعتیہ کلام یا چند اشعار کہا ہے۔

دوم : وہ شاعر جس کے دواوین و کلیات میں نعتیہ کلام کی اچھی خاصی تعداد ہے۔

سوم : وہ شعرا جنھوں نے کثرت سے نعتیں کہی ہیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ:

ذیل میں ان نعت گو شعرا کی فہرست پیش کی جاتی ہے، جن کی حیثیت ''فنا فی النعت'' کی تھی یا پھر انہیں نعتیہ شاعری سے گہری قلبی وابستگی تھی۔ اور اس فہرست میں سر فہرست حسان الہند امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا نام لکھ کلام رضا کی فنی، لسانی، ادبی و جمالیاتی پہلوؤں کا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔

بہر حال مولانا موصوف کا یہ کارنامہ لاجواب ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ دعا ہے کہ رب قدیر ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

ڈاکٹر محمد معین احمد خان رضوی بریلوی
بریلی شریف (یوپی)

نعت گوئی: قرآن وحدیث اور ادب کی روشنی میں

سلطانِ کونین، فخرِ دارین، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعثتِ طیبہ سے ایک ہزار سال قبل بادشاہِ یمن تبع حمیری نے اوزان وبحور کی قیدو والتزام کے ساتھ نعتیہ اشعار لکھ کر اس مبارک صنف کی ابتدا کی۔ اس کے بعد ہر زبان کے شعرا نے اپنے اپنے عہد میں مختلف انداز واسلوب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے سرمدی نغمات سے اپنے فکروفن کے گیسو سنوارے۔ خصوصیت کے ساتھ عربی، فارسی اور اردو زبان کے شعرا نے صنفِ نعت میں کثرت سے طبع آزمائی کی اور اسے ایک مستقل اور مقبول صنف کی حیثیت سے اہلِ جہاں کو متعارف کرایا۔ عربی، فارسی، اردو اور دوسری زبانوں کا شاید ہی کوئی مسلمان شاعر ہو جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عقیدت کا اظہار اور انسانی زندگی پر آپ کے احسانات کا اعتراف نہ کیا ہو۔ نعتِ پاک کا جتنا بڑا اور قیمتی ذخیرہ عربی، فارسی اور اردو زبان میں موجود ہے، کسی دوسری زبان میں نظر نہیں آتا۔ نعتیہ شاعری کا آغاز وارتقا عربی کے نعتیہ قصائد کی روایت سے ہوتا ہے۔ پھر یہ روایت ایران پہنچی اور وہاں کے فارسی شعرا نے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ اس طرح عربی وفارسی کے توسط سے اردو میں نعتیہ شاعری کا آغاز ہوا۔ خواجہ بندہ نواز، شاہ میراں جی شمس العشاق اور محمد قلی قطب شاہ سے لے کر میرؔ تقی میر، خواجہ میر دردؔ، سوداؔ، مصحفیؔ و مومنؔ سے ہوتی ہوئی یہ صنف امیرؔ مینائی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی، علامہ کافی مرادآبادی، محسنؔ کاکوروی، بہزاد لکھنوی وغیرہم نے اس روایت کو بڑی کامیابی سے آگے بڑھایا اور نعت گوئی میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھا کر اس صنف کو ایک منفرد شناخت عطا کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنی حمدوثنا کے بعد سب سے زیادہ اپنے حبیب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف عزیز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اذان ونماز اور

تکبیر و اقامت جیسے اہم دینی عبادات میں اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب کے نام کو شامل کیا۔ یہاں تک کہ ان کا نام ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی وہ ذات جس کی تعریف کی گئی ہو یا جس کی تعریف بار بار کی جائے۔) رکھ دیا۔ لفظی و معنوی اعتبار سے کسی بھی انسان کا ایسا پیارا، میٹھا اور مقدس نام نہیں ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

وضم الالٰہ اسم النبی الی اسمہ
اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد
وشقّ لہ من اسمہ لیجلّہ
فذو العرش محمود وھذا محمد

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ نبی کے نام کو ملایا، جب کہ مؤذن پنج وقتہ اذان میں ''اشھد'' کہتا ہے اور اللہ نے نبی کے اعزاز و تکریم کے لیے ان کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا، تو عرش والا محمود ہے اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ اس اعتبار سے نعت گوئی کی عظمت و رفعت، شہرت و مقبولیت، وسعت و ہمہ گیری اور اس کے تفوق و تقدس پر اربابِ ادب و شریعت کا اتفاق ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے لفظِ نعت کا استعمال

عربی میں ''نعت'' کا لفظ مدح و وصف کے معنی میں مستعمل ہے۔ خود ایک موقع پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ لفظ (نعت) ادا ہوا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے :

عن انس ان غلاما یھودیا کان یخدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فمرض فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ، فوجد اباہ عند

راسه يقرأ التوراة. فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم : يأ يهودي ؟ انشدك بالله الذى انزل التوراة على موسىٰ، هل تجد فى التوراة نعتي وصفتي ومخرجي ؟ قال : لا ، قال الفتىٰ : بلىٰ والله يا رسول الله ! انا نجد فى التوراة نعتك وصفتك ومخرجك وانى اشهد ان لا اله الا الله وانك لرسول الله.........رواه البيهقي فى دلائل النبوة۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، باب اسماء النبی وصفات، حدیث نمبر: ۵۴۹۹،صفحہ: ۱۶۱۴ / ۱۶۱۵)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، بیمار پڑ گیا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے ۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سرہانے توریت کی تلاوت کرر ہا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے یہودی شخص میں تم کو اس خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی، کیا تم اس میں میری نعت (تعریف) اور وصف ومخرج (جائے ولادت وفات) کا تذکرہ پاتے ہو؟ یہودی نے جواباً کہا: نہیں ۔ اس پر اس یہودی کا بیٹا (جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور جس کی عیادت کے لیے آپ تشریف لے گئے تھے) بولا: اے اللہ کے رسول! بیشک ہم توریت میں آپ کی نعت (تعریف وتوصیف)، صفت اور مقامِ ولادت و وفات کا تذکرہ پاتے ہیں اور ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں ۔

اس حدیثِ پاک میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعریف وتوصیف اور اپنے اوصاف وکمالات کے تذکرے کو ''نعت'' کا نام دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات اور اسوۂ حسنہ کا ذکر و بیان خواہ جس جہت

سے ہو اور جس شعری ہیئت میں ہو، وہ نعت ہے۔ سیرتِ طیبہ کو ہم ''نثری نعت'' کہہ سکتے ہیں۔ نعت، اظہارِ مدعا کے ہر دو طریقِ نظم و نثر پر مشتمل ہوا کرتی ہے۔ لیکن شعری اصطلاح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات، فضائل و کمالات اور نبوی متعلقات کا ذکرِ جمیل نعت کہلاتا ہے۔

لفظِ نعت سے مشتق اسمِ فاعل ''ناعت'' کا استعمال حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی سیرت اور حلیۂ مبارکہ بیان کرتے ہوئے ان الفاظ میں کیا ہے:

یقول "ناعته" لم ار قبله و بعده مثله صلی الله علیه وسلم۔

(مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۱۷)

یعنی حضور ﷺ کا وصف بیان کرنے والا یہ پکار اٹھتا ہے کہ میں نے ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی کو ان کے جیسا نہیں دیکھا۔

نعت کی لغوی واصطلاحی تعریف

لفظِ ''نعت'' عربی الاصل ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ تعریف و توصیف، مدح و ثنا اور ستائش کے ہیں۔ باعتبارِ لُغت کسی کی بھی تعریف اور مدح و ستائش کو ''نعت'' کا نام دیا جا سکتا ہے۔ لیکن جس طرح اللہ عز وجل کی تعریف و ثنا کے لیے ''حمد'' اور صحابۂ کرام، اولیائے عظام و بزرگان دین کی مدح و ثنا کے لیے ''منقبت'' کا لفظ خاص ہو گیا ہے۔ اسی طرح اب لفظِ ''نعت'' کا اطلاق و استعمال نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کے ساتھ خاص ہو گیا ہے۔ ''نعت'' کا لفظ اگرچہ وصف کے مترادف ہے، لیکن نعت اور وصف میں ایک نازک اور لطیف فرق ہے اور وہ یہ کہ نعت کا اطلاق ان ہی اوصاف کے بیان پر ہوتا ہے جو قابلِ مدح ہو اور وصف کا اطلاق حسن کے علاوہ قبح پر بھی ہوتا ہے۔ بہر کیف! نعت وہ مبارک و مسعود اور با مقصد صنفِ سخن ہے جس میں مروجہ اوزان و بحور کے التزام کے علاوہ تمام فنی و صنفی خصوصیات کا لحاظ کرتے ہوئے

کسی خاص ہیئت کی پابندی کے بغیر سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس وحیاتِ طیبہ کی جملہ خصوصیات کا اظہار واعتراف، کامل عشق و عقیدت، اطاعت وتسلیم اور ادب واحترام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جملہ اصنافِ سخن میں نعت گوئی سب سے دشوار، لطیف اور نازک ترین صنف ہے۔ کیوں کہ یہ کسی عام انسان کی تعریف نہیں بلکہ کائنات کی افضل ترین ہستی، نائبِ پروردگار، شہنشاہِ انبیاء و رسل جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نعت کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنیٰ تعریف وتوصیف کے ہیں، لیکن عربی، فارسی، اردو اور مسلمانوں کی دوسری زبانوں میں لفظِ نعت صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور مدح کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔ اب جب بھی ہم نعت کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ پارۂ شاعری ہے جس میں سرورِ کونین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات کی توصیف ومدح کی گئی ہو۔''

(معاصر ادب، ص: ۱۴۱، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی)

''نعت نگاری کے لیے شاعر کے ایمان وعقیدہ کی درستگی کے ساتھ الفاظ ومعانی کا بھی دائرۂ شریعت کے اندر ہونا ضروری ہے۔ لفظ ومعنیٰ میں روح اور جسم کی مانند ایک اٹوٹ رشتہ ہوتا ہے۔ موضوع، مواد، ہیئت اور اسلوب میں ایک غیر مرئی وحدت ہوا کرتی ہے، جسے عقلِ سلیم ہی محسوس کر سکتی ہے۔ کوئی بھی صنفِ سخن نہ صرف الفاظ کا مجموعہ ہے اور نہ صرف معانی کا انبار۔ کسی بھی صنفِ سخن کے حسن اور کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ موضوع ومواد اور ہیئت واسلوب میں ربط وتناسب کا خاص خیال رکھا جائے۔ کیوں کہ جس طرح جسم وروح کے اتصال سے زندگی عبارت ہے، اسی

طرح ادب عبارت ہے لفظ و معنی، مواد و ہیئت اور موضوع و اسلوب سے، خواہ وہ صنفِ نظم ہو یا صنفِ نثر۔ نعت گوئی کے لیے طہارتِ قلب، نفاستِ فکر اور پاکیزگیِ خیال کے ساتھ ساتھ عشقِ رسول اور جذبۂ الفت و عقیدت ضروری ہے، ان کے بغیر نعتیہ شاعری وجود میں نہیں آسکتی۔ ایک کامیاب نعتیہ کلام کے لیے ضروری ہے کہ اس میں ''چار شرطیں'' پائی جائیں اور نعت گو شاعر ان اصول و شرائط کی بہر حال رعایت کرے۔

[۱]　ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کا صحیح علم و ادراک۔

[۲]　اطاعت و تسلیم، عشق و وارفتگی، جوشِ عقیدت، کامل محبت و خلوص

[۳]　غایت درجہ ادب و احترام

[۴]　افراط و تفریط سے پاک الفاظ و بیان میں ربودگی اور والہانہ پن

اگر کسی نعت گو شاعر کو ان شرائطِ اربعہ پر مہارت و قدرت حاصل ہے اور وہ ان شرطوں کی رعایت کرتا ہے تو وہ ایک کامیاب نعت گو شاعر ہے اور اس کی شاعری اعلیٰ درجے کی نعتیہ شاعری ہے۔ بصورتِ دیگر وہ محض دماغی ریاضت اور الفاظ و معانی کا ایک بے کیف مجموعہ۔

انہیں اصول و شرائط کے سبب اربابِ فکر و نظر نے نعت گوئی کو دشوار ترین صنف قرار دیا ہے۔ چنانچہ نعت گوئی کی دشواریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے جناب ظہیر احمد صدّیقی لکھتے ہیں:

> ''نعت گوئی، اردو اصنافِ سخن کا ایک اہم اور زرخیز میدان ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس میدان کو سر کرنے کے لیے جن سنگ خاروں اور پتھریلے راستوں سے گذرنا پڑتا ہے، ان کی صعوبتوں کا وہی اندازہ کرسکتا ہے، جو اس راہ کا مسافر رہ چکا ہو۔ دوسری اصنافِ سخن اور نعت گوئی میں بنیادی فرق یہی ہے کہ دوسری اصنافِ سخن تک فنِّ شعر گوئی میں مہارت اور قادر الکلامی کے

سہارے بھی منزل تک پہنچا جا سکتا ہے، مگر نعت گوئی کی منزل خلوص و للّٰہیت اور نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت و محبت کے بغیر طے نہیں ہو سکتی۔"

(بہار میں اردو کی نعتیہ شاعری کا تنقیدی مطالعہ، ص:۲۶، مطبوعہ: گیا، بہار)

نعت گوئی کے موضوعات

کسی بھی شے کی وسعت و ہمہ گیری اس کے موضوعات کی وسعت کو مستلزم ہے۔ نعت گوئی ایک کثیر موضوعاتی صنفِ سخن ہے، جس کے دائرے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی و بندگی اور حیات و وفات اور فضائل و کمالات سے متعلق بیشمار پہلوؤں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:
"نعت کا لفظ، شاعری کی کسی ہیئت کی طرف نہیں بلکہ موضوع کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی شاعری کی مختلف ہیئتوں مثلاً: قصیدہ، مثنوی، غزل رباعی، قطعہ، مخمس، مسدس وغیرہ میں سے کسی بھی ہیئت میں نعت کہی جا سکتی ہے، لیکن اس کے موضوع سے انحراف یا تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔ نعت کا موضوع بظاہر بہت مختصر نظر آتا ہے، اس لیے کہ اس کی حدیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی اور سیرت سے آگے نہیں بڑھتیں۔ لیکن غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ نعت کا موضوع حقیقتاً ایک انتہائی عظیم اور وسیع موضوع ہے۔ عظیم اس لیے کہ اس کا تعلق دنیا کی عظیم ترین شخصیت اور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جو کسی خاص قوم یا گروہ کے لیے نہیں بلکہ ساری اقوامِ عالم کے لیے رحمت بن کر آئے تھے اور خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں جگہ جگہ ان کے اوصاف بیان کیے ہیں اور جہاں تک موضوعِ نعت کی وسعت کا تعلق ہے تو اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور سیرت کے توسّط سے انسانی زندگی کے سارے ثقافتی وتہذیبی پہلو اور سماجی و سیاسی مباحث در آئے ہیں۔ یہ الگ

بات ہے کہ اردو اور فارسی کے بیشتر شعرا نے عموماً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حلیۂ اقدس، واقعۂ معراج اور معجزات ہی کو اپنی توجّہ کا مرکز بنایا ہے، لیکن نعت کے موضوع کا دائرہ اس سے بہت وسیع ہے۔ اس میں شمائل وفضائل کے ساتھ ساتھ معمولاتِ نبوی، غزواتِ نبوی، عباداتِ نبوی، آدابِ مجالسِ نبوی، پیغاماتِ نبوی اور اخلاقِ نبوی کے بیشمار پہلو شامل ہیں۔

(غزل، نعت اور مثنوی؛ ص:۲۶۶ / ۲۶۷؛ الوقار پبلیکیشنز، لاہور، پاکستان)

موضوع کے لحاظ سے نعتِ پاک کی معنوی وسعت کا اندازہ بہت مشکل ہے۔ عام طور پر نعتیہ کلام میں نبیِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت، معجزات، خوارقِ عادات، محاسنِ ذاتی وصفاتی، جمال وکمالِ نبوی، خاندانی شرف ونسلی امتیاز و بزرگی، انبیائے کرام ورسولانِ عظام میں آپ کی فضیلت وبرتری، رحمتِ سراپا، نورِ مجسم، گنہ گاروں کی شفاعت، واقعاتِ معراج، سیرت طیبہ کے اہم واقعات، تمنائے زیارت، بادِ صبا وموجِ نسیم سے سلام وفریاد رسانی، گنبدِ خضریٰ کا حسن وتقدس، روضۂ مطہرہ کی سنہری جالیاں، حریری پردے، سنگِ درِ اقدس، مدینہ طیبہ کی بہار، وہاں کے ذرے ذرے سے عقیدت وفرطِ محبت، معجزہ رجعتِ شمس وشق القمر، کنکری کا کلمہ پڑھنا، حیوانات ونباتات کا سجدہ کرنا، بتوں کی فریاد اور سر کے بل گرنا، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرافت ونجابت، صداقت وعدالت، شجاعت، امانت، سخاوت، خطابت، رسالت، نبوت، شفاعت، اخوت ومحبت، اعلیٰ اخلاق واوصافِ حمیدہ، دشمنوں کے ساتھ حسنِ سلوک، بوریا نشینی، فاقہ کشی، نوری چادر، سراپائے مبارک، رخسار وگیسو، قدِ دلجو، نگاہِ لطف ومحبت، بخشش وعنایت، جود وسخا، فضل وعطا، رحم وکرم، رزم وبزم، غرض ان تمام باتوں کا ذکر ہوتا ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ سے مختص ہیں۔

(اردو کی نعتیہ شاعری، ص: ۲۳، ناشر: دانش اکیڈمی، آرہ، بہار)

نعت گوئی کی صنفی و امتیازی حیثیت

اردو کی ادبی تاریخ میں تقدیسی شاعری یعنی حمد و مناجات اور منقبت نگاری کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ نعت گوئی کی صحت منداور توانا روایت شروع سے موجود رہی ہے۔اردو شاعری کے جتنے بھی قابلِ ذکر ادوار ہیں، ان میں نعت گو شعرا کی ایک معتد بہ تعداد نظر آتی ہے۔ یہ الگ سی بات ہے کہ ہمارے محققینِ ادب نے غزل گو شعرا کے مقابل نعت نگاروں کو وہ اہمیت نہیں دی، جس کے وہ مستحق تھے۔نعت کی حیثیت ایک مستقل صنفِ سخن کی ہے۔ مرد، عورت، مسلم وغیر مسلم ہر ایک نے حسبِ توفیق و استطاعت اس فن میں طبع آزمائی کی ہے اور نعتیہ ادب کے ذخیرے میں خوش گوار اضافہ کیا ہے۔ فارسی اور اردو ادبیات کے وسیع ترین ذخیرے میں نعتیہ شاعری محض اپنی وسعت و ہمہ گیری اور کمیت و کیفیت کے لحاظ سے اپنی فراوانی کی بنا پر ہی نہیں، بلکہ اپنے منفرد انداز و اسلوب، جداگانہ فکر و نظر، مخصوص والہانہ لب ولہجہ، دل آویز رنگ و آہنگ اور بے پناہ مقبولیت و تاثیر کی بنیاد پر اس بات کی مستحق ہے کہ اسے دوسرے اقسامِ ادب کے مقابلے میں ایک منفرد و ممتاز صنف قرار دیا جائے اور اس کے مقاصد و مطالبات کی روشنی میں اسے صرف اردو و فارسی یا اسلامی ادبیات ہی میں نہیں بلکہ عالمی ادب میں ایک ممتاز مقام کا مستحق قرار دیا جائے۔نعت ایک مستقل صنفِ سخن ہے یا نہیں؟ ایک مستقل بحث ہے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ ایک مستقل صنف ہے اور اس کی وسعت و ہمہ گیری اور استقلالی حیثیت تاریخِ ادب کے مسلمات میں سے ہے۔

نعت گو شعرا کی اجمالی فہرست

بہر کیف! یہاں اس تاریخی حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ اردو شاعری کی ابتدا مذہبی شاعری (حمد و مناجات، نعت، گجری و منقبت) سے ہوئی اور ایک طویل عرصے تک مذہبی

موضوعات اردو شاعری کے جزوِ لاینفک رہے۔ اردو کے قدیم اور مشہور شعرا مثلاً: قلی قطب شاہ، سراج اورنگ آبادی، ولی دکنی، خواجہ میر درد، میر تقی میر، مرزا محمد رفیع سودا، حکیم مومن خان مومن، بہادر شاہ ظفر، منشی امیر مینائی، شاد عظیم آبادی، راسخ عظیم آبادی، علامہ ظہیر احسن شوق نیموی، تمنا عمادی پھلواروی، شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال، بہزاد لکھنوی وغیرہم نے متعدد نعتیہ کلام کہے ہیں۔ اردو کا شاید ہی کوئی کم نصیب شاعر ہوگا جس نے دو چار نعتیہ کلام یا چند اشعار نہ کہا ہو۔ بالعموم شعرا حضرات اپنے مجموعہ ہائے کلام اور شعری دواوین وکلیات کا آغاز حمد یہ ونعتیہ کلام سے کرتے ہیں۔ اردو کے اکثر قصائد اور مثنویوں میں نعتیہ کلام موجود ہیں۔ قصائدِ سودا، قصائدِ مومن، مثنوی سحر البیان اور مثنوی گلزار نسیم میں حمد ونعت کے اشعار دیکھے جا سکتے ہیں۔ غرض کہ ہماری شعری وادبی تاریخ میں نعتیہ شاعری کی روایت روزِ اول سے رہی ہے اور اب تو الحمد للہ نعتیہ شاعری اتنی پروان چڑھ چکی ہے کہ مستقل نعتیہ مجموعے آئے دن وجود میں آرہے ہیں۔ قدیم اور مشہور غزل گو شعرا کی زمینوں میں نعت کے گل بوٹے کِھلائے جا رہے ہیں۔ ابتدائی دور میں نعت گوئی کا جو انداز واسلوب تھا، اس حوالے سے یہ اقتباس ملاحظہ کریں :

> ''نعتیہ اشعار بالعموم کسی نظم یا مثنوی کے شروع میں لائے جاتے ہیں۔ ویسے نعتیہ نظمیں علاحدہ بھی لکھی گئی ہیں اور یوں ہمارے یہاں نعتیہ شاعری کی خاصی معقول روایت رہی ہے۔ نعتیہ قصائد بھی بکثرت لکھے گئے ہیں۔''

(اصنافِ سخن اور شعری ہیئتیں، ص: ۲۰۸)

بہر کیف ! نعت گو شعرا کی فہرست میں ہمیں تین قسم کے شعرا نظر آتے ہیں۔

اول : وہ شاعر جس نے محض تبرکاً اور رسماً کچھ نعتیہ کلام یا چند اشعار کہا ہے۔

دوم : وہ شاعر جس کے دواوین وکلیات میں نعتیہ کلام کی اچھی خاصی تعداد ہے۔

سوم : وہ شعرا جنھوں نے کثرت سے نعتیں کہی ہیں۔

ذیل میں ان نعت گو شعرا کی فہرست پیش کی جاتی ہے، جن کی حیثیت ''فنافی النعت'' کی تھی یا پھر انہیں نعتیہ شاعری سے گہری قلبی وابستگی تھی۔ نعت گو شعرا کی اجمالی فہرست ملاحظہ کریں:

(۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی

(۲) استاذِ زمن حضرت علامہ حسن رضا خان حسنؔ بریلوی

(۳) کرامت علی خاں شہیدی

(۴) علامہ کافی مرادآبادی

(۵) حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں نوریؔ بریلوی

(۶) امیر احمد مینائی

(۷) محسن کاکوروی

(۸) حضرت صوفی منیری

(۹) شاہ عبدالعلیم آسی غازی پوری

(۱۰) مولانا غلام امام شہید

(۱۱) شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی

(۱۲) حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی

(۱۳) محدث اعظم کچھوچھوی

(۱۴) حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی

(۱۵) بیدم شاہ وارثی

(۱۶) علامہ ظہیر احسن شوق نیموی

(۱۷) راغب مرادآبادی

(۱۸) ادیب رائے پوری

(۱۹) مصنفِ شاہنامہ اسلام حفیظ جالندھری

(۲۰) علامہ تمنا عمادی پھلواروی

(۲۱) بہزاد لکھنوی

(۲۲) شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال

(۲۳) علامہ سعید شاہ حسرت عظیم آبادی

(۲۴) سید شاہ رکن الدین عشق عظیم آبادی

(۲۵) مولانا یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی

(۲۶) حضرت احسن العلماء مارہروی

(۲۷) ماہر القادری

(۲۷) راجا رشید محمود

(۲۸) تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری

(۲۹) امینِ شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خاں بریلوی

(۳۰) فانی گورکھپوری

(۳۱) بیکل اتساہی

(۳۲) اجمل سلطان پوری

(۳۳) ظفر بنارسی

(۳۴) پروفیسر ناز قادری

(۳۵) پروفیسر فاروق احمد صدیقی

(۳۶) مولا اشتیاق عالم ضیا شہبازی

(۳۷) اکبر شاہ وارثی

(۳۸) نیر حامدی

(۳۹) حامد بدایونی

(۴۰) عزیز جے پوری

(۴۱) مظہر الدین مظہر

(۴۲) اختر الحامدی

(۴۳) منور بدایونی

(۴۴)شاعر لکھنوی

(۴۵) صائم چشتی

(۴۶) جمیل قادری

(۴۷) محمد علی ظہوری

(۴۸)کاوش وارثی

(۴۹) دردا سعدی

(۵۰) صبا اکبر آبادی

(۵۱) حبیب جالب

(۵۲) شمس بریلوی

(۵۳)نیر سہروردی

(۵۴)صابر براری

(۵۵) حفیظ تائب

(۵۶) پیر نصیر الدین نصیر

(۵۷)مظفر وارثی

(۵۸)رفیق عزیزی

(۵۹) نصیر شیخ احمر

(۶۰)انصار الہٰ آبادی

(۶۱) اقبال سہیل اعظمی

(۶۲)جمیل عظیم آبادی

(۶۳) مہر وجدانی

اور جہاں تک موجودہ نعت گو شعرا کی بات ہے، تو اس کی تعداد سینکڑوں میں ہے، جس کا ذکر یہاں طوالت کا باعث ہوگا۔

قرآن وحدیث سے نعت گوئی کا ثبوت

نعت لکھنا، نعت پڑھنا، نعت سننا عبادت کے زمرے میں آتا ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ جو چیز عبادت کے درجے میں ہو اور اس کا ذکر صراحتاً یا اشارتاً قرآن وحدیث میں نہ ہو۔ نعت کے ثبوت وکارِ ثواب ہونے میں متعدد آیات واحادیث موجود ہیں۔ خود قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور نعت ووصف کا ایک معتبر حوالہ ہے، جس میں جابجا آپ کے فضائل وکمالات اور محاسن ومحامد بیان کیے گئے ہیں اور یہی نعت کی حقیقت وماہیت ہے۔ کیوں کہ نعت دراصل شہنشاہِ کونین، سلطانِ دارین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ جمیل اور عظمت ورفعت بیان کرنے کا نام ہے۔ قرآن کریم میں نعتیہ مضامین کی اگر تفصیل دیکھنا چاہیں تو حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی کی کتاب ''شانِ حبیب الرحمٰن من آیات القرآن'' کا مطالعہ کریں اور حدیث کی کتابوں میں خصوصیت کے ساتھ امام بیہقی کی ''دلائل النبوۃ'' اور امام سیوطی کی ''الخصائص الکبریٰ'' کی جانب مراجعت کریں۔ ہم یہاں نہایت اختصار کے ساتھ قرآن کریم کی چند وہ آیات پیش کرتے ہیں، جن کا شمار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ''نثری نعت'' میں بجا طور پر کیا جاسکتا ہے۔

[۱] ورفعنا لك ذكرك

[۲] وللآخرة خير لك من الاولیٰ

[۳] انا اعطيناك الكوثر

[۴] لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة

[۵] وانك لعلیٰ خلق عظيم

[٦] قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین

[۷] وما ارسلناك الا رحمة للعالمین

[۸] انا ارسلناك شاهدا و مبشرا و نذیرا

[۹] وما هو علی الغیب بضنین

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بیان فرمائی اوراس عالم کے وجود سے پہلے میثاق کے دن سارے انبیا کو جمع کر کے آپ کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا، جو دراصل خالق کی طرف سے افضل الخلق کی نعت کا حسنِ آغاز تھا۔ اس عہد و میثاق کا ذکر مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ میں ہے :

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ (قرآن مجید، سورہ آل عمران، آیت :۸۱)

اسی طرح قرآن مجید میں ایک آیت صراحت کے ساتھ شعر و شاعری سے متعلق نازل ہوئی ہے اوراس میں بتایا گیا ہے: **والشعراء یتبعهم الغاؤن**۔ یعنی راہِ راست سے بھٹکے ہوئے لوگ شعرا کی پیروی کرتے ہیں، لیکن اسی سے متصل **الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات** فرما کر اس مسئلہ کو منقح کر دیا گیا ہے کہ ایمان اور عملِ صالح کے زیور سے آراستہ ہونے والے شعرا کی شاعری کوئی بری شے نہیں ہے اور جہاں تک نعتیہ شاعری کی بات ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت سے متعلق قرآنی آیات اس کے ثبوت واستحسان کے لیے کافی ہیں۔ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محاسن پر مشتمل آیات نثری نعت کی بہترین مثالیں ہیں۔

حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت کے شُعرائے کرام میں

سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسجد میں منبر بچھواتے اور وہ منبر پر کھڑے ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کرتے اور کفار کی طرف سے کیے ہوئے حملوں کا جواب دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: جب تک حسان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور دفاع کرتے رہتے ہیں اس وقت تک اللہ عزَّ وجلَّ حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء فی انشاد الشعر، حدیث نمبر: ۲۸۵۵، دار الفکر، بیروت)

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَنْشُدُكَ اللَّهَ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: يَا حَسَّانُ أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ؟ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: نَعَمْ!

(صحیح بخاری، جلد اول، **باب الصلاۃ**، حدیث: ۴۵۳، دار الکتاب العربی، بیروت)

ترجمہ: ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری کے واسطے سے کہا کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے بیان کیا، انہوں نے حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر گواہ بنا رہے تھے کہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ اے حسان! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے (مشرکوں کی ہجو یہ اشعار کا) جواب دو اور اے اللہ! حسان کی روح القدس (حضرت جبریل امیں) کے ذریعہ مدد کر۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! (میں اس بات پر گواہ ہوں۔ بیشک میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے)

اسی طرح حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک روز حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف میں کچھ دینی اشعار سنا رہے تھے، جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو روکنا چاہا تو حضرت حسان نے اپنے فعل کے جواز میں یہ حدیث بیان کی۔

شاعرِ دربارِ رسالت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :

انه قال للنبی ﷺ إن الله تعالیٰ قد أنزل فی الشعر ما أنزل، فقال النبی ﷺ : إن المؤمن يجاهد بسيفه ولسانه، والذی نفسی بيده كأنما ترمونهم به نضح النبل. وفی الاستيعاب لابن عبد البر : أنه قال : يارسول الله ﷺ ماذا تری فی الشعر؟ فقال : إن المؤمن يجاهد بسيفه ولسانه.

(مشکوٰۃ المصابیح مع مرقات المفاتیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، ۹ / ۴۲، ۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اللہ تعالیٰ نے شعر و شاعری کے حق میں جو حکم دیا ہے، وہ اس آیت (**والشعراء يتبعهم الغاوون**) ہے جو نازل ہوئی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: بیشک مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! تم کافروں کو (بشکلِ ہجو) اشعار کے ذریعے اس طرح زخم پہنچاتے ہو، جس طرح تیروں کے ذریعے۔ ابن عبد البر کی ''کتاب الاستیعاب'' میں مذکور ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! شعر و شاعری کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی۔

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

وقال الطیبی : خلاصۃ جوابہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیس فی ذم الشعر علی الاطلاق، فان ذالک فی شان الھائمین فی اودیۃ الضلال. واما المؤمن فھو خارج من ذالک الحکم، لانہ احدی عدتیہ فی ذب الکفار من اللسان والسنان، بل ھو اعدیٰ و ابلیٰ کمال قال علیہ السلام " فانہ اشد علیھم من رشق النبل.

(مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد: ۹، ص: ۴۲)

امام طیبی نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیتِ کریمہ (**والشعراء یتبعھم الغاؤون**) مطلقاً شعر کی مذمت کے بارے میں نازل نہیں ہوئی، بلکہ یہ حکم ان شاعروں سے متعلق ہے جو ضلالت وگمرہی کی وادیوں میں بھٹکتے ہیں۔ رہے مومنین تو وہ اس حکم سے خارج ہیں۔ کفار کی ہجو کا جواب دینے میں اشعار کی کاٹ اور دفاع، زبان اور تلوار سے بڑھ کر ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **فانہ اشد علیھم من رشق النبل** سے اشارہ فرمایا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشعار کے ذریعے کافروں کی ہجو کرنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کی حفاظت کرنا، اسلام کی حقانیت بیان کرنا اور اعلیٰ اخلاق و اقدار کی تعلیم دینا، راہِ خدا میں جہاد کرنے کے برابر ثواب کا کام ہے۔

نعت گوئی کی اہمیت وفضیلت

مکہ کے کفار ومشرکین نے اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو کم کرنے اور دینِ حنیف کی بنیاد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کیے۔ جنگ وجدال اور قتل وغارت گری کے ساتھ اہلِ ایمان پر جبر وتشدد کے پہاڑ توڑے۔ اپنی تلواروں اور اپنے ہجویہ قصائد کے ذریعے اسلام اور پیغمبر اسلام کی عظمت وناموس

پر حملہ کیا۔ تو ایسے نامساعد حالات میں ضروری سمجھا گیا کہ مسلمانوں کی طرف سے کافروں کو تلوار کا جواب تلوار سے اور ہجو یہ اشعار کا جواب سنجیدہ لب و لہجے میں ہجو یہ اشعار میں دیا جائے۔ چنانچہ دین اسلام کی عظمت کے تحفظ کے لیے مختلف صحابۂ کرام (جو شعر وادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے) سامنے آئے اور ''جوابِ آں غزل'' کے طور پر کفار و مشرکین کی ہجو یہ شاعری کا منہ توڑ جواب دیا۔ صحابۂ کرام میں یوں تو کثیر تعداد میں شعرا موجود تھے، لیکن ان میں سے تین حضرات کو ''شعرائے رسول'' اور ''شاعرانِ دربارِ رسالت'' کے لقب سے ملقب تھے اور وہ یہ ہیں: حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم۔ نیز امام بخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالی شان ''وان من الشعر لحکمۃ''۔ نے صحابۂ کرام کو اسلام کی عظمت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت میں کثرت سے اشعار کہنے کا موقع فراہم کیا اور اس طرح سے زمانۂ رسالت سے نعت گوئی کا مبارک سلسلہ شروع ہوا اور امتدادِ ایام کے ساتھ اس میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا رہا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب دیوان شاعر ہیں۔ ان کے دیوان کا پہلا قصیدہ جو فتح مکہ سے پہلے انہوں نے کہا تھا، اس کے دو شعر تو ایسے ہیں جن کی بنا پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

مندرجہ بالا اقتباس سے نعت شریف کی غیر معمولی اہمیت وفضیلت کا پتہ چلتا ہے۔

سیرت ابن ہشام و سیرت حلبیہ وغیرہ کتبِ سیرت میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے کثرت سے قصائد ملتے ہیں۔ مذکورہ تینوں صحابہ کے علاوہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا قصیدہ ''بانت سعاد'' زبان و بیان کے لحاظ سے ایک شاہ کار کا درجہ رکھتا ہے۔ حضرت کعب بن زہیر نے اسلام لانے کے موقع پر جب یہ مبارک قصیدہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پڑھا تھا تو آپ نے خوش ہو کر اپنی چادر مبارک اتار کر حضرت کعب کو دے دی تھی۔

نعت گوئی کی اہمیت اور قدر و منزلت اس جہت سے بھی ہے کہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ و سلم ایمان کی جان اور دین کی پہچان ہے اور نعت پاک آپ کے ساتھ عشق و عقیدت کا قولی و عملی اظہار ہے۔ لہٰذا جذبۂ عشق رسول کو پروان چڑھانے کے لیے نعت گوئی ایک امرِ ضروری ہے۔ مشہور حدیث پاک ہے:

لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین

(بخاری شریف، کتاب الایمان، جلد اول، حدیث:15)

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ اس کے نزدیک میں اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

یہی وجہ ہے کہ خود صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے لیے بارگاہِ رسالت میں نعت کا گلدستہ پیش کرتے اور آپ کی دعاؤں سے سرفراز ہوتے۔ امام طبرانی نے اپنی معجم میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ:

حضرت خریم بن اوس بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے کہ دریں اثنا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ عرض گذار ہوئے کہ یا رسول اللہ! میں آپ کی مدح و ثنا بیان کرنا چاہتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لاؤ مجھے سناؤ، اللہ تعالیٰ تمہاری زبان سلامت رکھے (یعنی تم اسی طرح نعتیہ کلام پڑھتے اور سناتے رہو)۔ حضرت عباس نے یہ پڑھنا شروع کیا:

"یا رسول اللہ! آپ کی ذات وہ مبارک ذات ہے کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کے نور سے ساری زمین چمک اٹھی اور افقِ عالم روشن ہوگیا۔ پس ہم ہیں اور ہدایت کے راستے ہیں اور ہم آپ کی عطا کردہ روشنی سے راہِ ہدایت پر گامزن ہیں۔"

(المعجم الکبیر للطبرانی، ۴/ ۲۱۳، حدیث نمبر: ۴۱۶۷، دار الکتاب العربی، بیروت)

اس حدیث پاک سے بھی نعت کی اہمیت وفضیلت ثابت ہوتی ہے اور بارگاہِ نبوت میں نعت گوئی کی قدر ومنزلت کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گذارش پر نعتیہ کلام سماعت فرمایا اور انہیں دعاؤں سے نوازا۔

نعت گوئی کے اصول وآداب

شاعری میں نعت گوئی دیگر اصناف کے مقابل کئی وجوہ سے خصوصیات کی حامل اور کافی دشوار سمجھی جاتی ہے۔ کیوں کہ نعت کا موضوع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات سے ہے، جس میں نعت گو آپ کے اوصافِ حمیدہ ومحاسنِ بدیعہ سے بحث کرتا ہے۔ اور ظاہری بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء والرسل ہیں۔ آپ کے فضائل وکمالات غیر محدود ہیں اور آپ کی تعظیم وتکریم بہر حال دین وشرع کو مطلوب ہے۔ مبالغہ آرائی شاعر اور شاعری کی سرشت میں داخل ہے اور آپ کی بارگاہ وہ باعظمت بارگاہ ہے جہاں نہ مبالغہ آرائی کی گنجائش ہے اور نہ افراط وتفریط کو کوئی دخل۔ آپ کی نعت گوئی میں حمد ونعت اور توحید ورسالت کے نازک اور لطیف فرق کو ہر حال میں ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر شاعر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ کے بیان میں سرِ مو حقیقت سے تجاوز کرتا ہے یا پھر معاذ اللہ تنقیص کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو اس کا ایمان واسلام خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ غرض کہ نعت گوئی حد درجہ کٹھن، انتہائی نازک اور بہت زیادہ دشوار فن ہے۔ نعت، شاعری کی وہ مہتم بالشان موضوعاتی صنف ہے جس کی حدود ماورائی ہیں۔ اس کے لیے جہاں شعریت کے اصولوں کو بروئے کار لانا پڑتا ہے، وہاں شریعت کے قوانین کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔

نعت گوئی کے لیے ضروری ہے کہ شاعر کا مطالعہ اسلامیات اور سیرتِ طیبہ کے حوالے سے وسیع ہو۔ وہ نبوت ورسالت کے بلند ترین مقام ومنصب کا پاس ولحاظ

رکھے اوران شرعی حدود وقوانین کا اسے عرفان حاصل ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقامِ ارفع کے شایانِ شان ہیں۔اس کی نعت غلو، مبالغہ اور افراط وتفریط سے پاک ہو۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اس انداز سے کی جائے کہ اس کا سرا نہ توحید سے ملنے پائے اور نہ مقامِ نبوت کی شانِ ارفع سے گھٹنے پائے۔شاعر اعتدال و توازن کا دامن ہمیشہ تھامے رہے۔اس حوالے سے ایک حدیث پاک ملاحظہ کریں، تاکہ نعت گوئی کی صعوبتوں کا کچھ حد تک اندازہ ہو سکے۔

عن انس بن مالك ان رجلا قال: يا محمد، يَا سيِّدَنا وابنَ سيِّدِنا، و خيرنا وابن خيرنا فقالَ رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أيّها النَّاسُ عليكم بتقواكم، لا يستهْوِيَنَّكمُ الشّيطانُ، أنا محمّدُ بنُ عبدِ اللّهِ، عبد الله ورسولُهُ، والله! ما أُحبُّ أن ترفعوني فوقَ مَنزِلَتي الّتي أنزلَنِي اللّهُ عزَّ وجلَّ.

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد: ۲۰،ص: ۲۳، حدیث نمبر: ۱۲۵۵۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہا: اے محمد! اے ہمارے سید وسردار، اے ہمارے سردار کے بیٹے، اے ہم میں سب سے بہتر انسان، اے ہم میں سب سے بہتر انسان کے بیٹے! یہ سن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اوپر تقویٰ کو لازم کرو، کہیں شیطان تمہیں راہِ راست سے بھٹکا نہ دے۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔خدا کی قسم! میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم میرے مقام اور مرتبے کو اس سے بلند کردو جو اللہ نے مجھے عطا کیا ہے۔

لَا تُطْرُونِي كما أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ،
فإنّما أنَا عَبْدُهُ، فَقُولوا: عبدُ اللّهِ وَرَسُولُهُ.

(صحیح البخاري، رقم الحدیث: ۳۴۴۵، ص: ۵٦۱)

یعنی مجھے ان اوصاف سے متصف نہ کرو، جن اوصاف سے نصاریٰ نے ابن مریم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو متصف کیا ہے۔ میں اللہ کا بندہ ہوں تو مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

امام قرطبی اس حدیث کی توضیح پیش کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں :

وَأَمَّا قَوْلُهُ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَحِيحِ الْحَدِيثِ: لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ، وَقُولُوا: عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ) فَمَعْنَاهُ: لَا تَصِفُونِي بِمَا لَيْسَ فِيَّ مِنَ الصِّفَاتِ تَلْتَمِسُونَ بِذَلِكَ مَدْحِي، كَمَا وَصَفَتِ النَّصَارَى عِيسَى بِمَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ، فَنَسَبُوهُ إِلَى أَنَّهُ ابْنُ اللهِ فَكَفَرُوا بِذَلِكَ وَضَلُّوا.

(تفسیر قرطبی، جلد: 5، ص: 247، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ کی حدیث (لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ .....) کا مطلب یہ ہے کہ میری مدح وثنا کرتے ہوئے مجھے ان اوصاف وکلمات سے متصف نہ کرو، جن اوصاف سے عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو موسوم کیا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے عیسیٰ بن مریم کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا اور کافر وگمراہ ہوگئے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اسی حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارَى فِي نَبِيِّهِمْ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيهِ وَاحْتَكِمِ

عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں جو جھوٹا دعویٰ کیا ہے، تم اس کو چھوڑ دو اور اس سے باز رہو۔ اس کے علاوہ اپنے نبی کی خوب مدح ستائش کرو اور اس پر ثابت قدم رہو۔

نعت گوئی کی انہیں دشواریوں اور زہرہ گدازیوں کی طرف مختلف نام ور شعرا نے اشارہ کیا ہے۔عرفی کہتے ہیں :

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را

اے عرفی! جلدی مت کر کہ یہ نعت کی دشوار شاہراہ ہے، کوئی صحرا نہیں ہے۔ یہاں قلم کو تلوار کی دھار پر چل کر راستہ طے کرنا ہوتا ہے، اس لیے آہستہ چل۔

غالب جیسے ماہرِ شعر و سخن یہ کہہ کر خاموش ہو گئے :

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

اے غالب! ثنائے خواجۂ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں کہ وہی آپ کا بہتر مرتبہ جانتا ہے۔

جو ذاتِ پاک اتنی ارفع و اعلیٰ ہو، اس کی نعت گوئی کوئی آسان کام نہیں۔نعتیہ شاعری کے لیے بارگاہ رسالت کا حد درجہ ادب واحترام لازم ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔لہٰذا اظہارِ نعت، اشعارِ نعت اور مضمونِ نعت میں زبان و بیان کے لحاظ سے مقامِ رسالت و منصبِ نبوت کو بتمام و کمال ملحوظ خاطر رکھا جائے اور اس سلسلے میں کسی قسم کی بے راہ روی اور بے اعتدالی کو روا نہ رکھا جائے۔ کیوں کہ حضور سلطانِ کائنات علیہ افضل الصلوات کے ادب واحترام میں ذرا سی بے احتیاطی نعت گو کے افکار و خیالات تو کیا اس کے ایمان و اعمال تک کو ضائع کر دیتی ہے ۔نعت گو شعرا کو چاہیے کہ وہ قرآن کریم کی ان مخصوص آیات کو خاص طور پر نظر میں رکھیں جو آدابِ نبوت و مقامِ رسالت کی مُظہر ہیں۔ الفاظ و معانی، اسالیبِ بیان اور لفظوں کے انتخاب و ترتیب میں غایت درجہ ہوش مندی سے کام لے اور ایسا لفظ و ترکیب یا اسلوب ہرگز اختیار نہ کرے جس سے سوئے ادب کا پہلو نکلتا ہو۔

قرآن مقدس نے اس تعلق سے اہلِ ایمان کو بڑی اچھی رہنمائی فرمائی ہے۔ دورانِ وعظ و تلقین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ حاصل کرنے کے لیے درمیان میں کہتے: راعنا یارسول اللہ (یعنی اے اللہ کے رسول ہماری رعایت فرمائیں اور اپنی گفتگو اچھی طرح سمجھنے کا موقع دیں) کا جملہ بولا کرتے تھے۔ منافقین اور یہودی اس جملے کو غلط معنیٰ (راعی بمعنیٰ چرواہا) پر محمول کرتے۔ اللہ تبارک تعالی نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ ان کے پیارے حبیب کی شان میں ایسا لفظ یا جملہ بولا جائے جس سے اعدائے دین غلط معنیٰ نکالیں۔ چنانچہ اس جملے کو بارگاہِ نبوت میں استعمال کرنے کا دروازہ ہی بند کردیا اور دوٹوک انداز میں ارشاد فرمایا:

یاایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا واسمعوا وللکافرین عذاب الیم.

یعنی اے ایمان والو! ''راعنا'' نہ کہو، اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس حکمِ الٰہی کے ذریعہ تمام مومنوں کو ہر ایسے قول یا فعل سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا ہے جس میں غلط اور صحیح معنیٰ کے خلط ملط ہوجانے کا اندیشہ ہو اور اس سے حق و باطل کا امتیاز مشکل ہو۔ لہذا کسی بھی قول یا فعل سے اگر اہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا نقصِ ادب کا شائبہ تک پیدا ہوتا ہو اس سے بچنا ہر حال میں ضروری ہے۔

غرض کہ نعت گوئی میں ادب واحترام کو ہر حال میں ملحوظ رکھا جائے اور نعتیہ کلام عشق وعقیدت، والہانہ اسلوب، ربودگی و شیفتگی کے ایمان افروز سانچے میں ڈھال کر لکھا جائے۔ بالخصوص نعت کو اس کے مرکزی عنصر جو عجز و نیاز، تواضع وانکسار، اشتیاق و التہاب، طلبِ دعا و شفاعت، ذات وصفات کے والہانہ تذکارِ جمیل وغیرہ سے مرصع کر کے پیش کیا جائے۔ تشبیہات واستعارات شاعری کی جان ہیں۔ نعتیہ تشبیہ اور نعت پاک میں استعاروں کا استعمال کافی احتیاط کے ساتھ کیا جائے۔ تشبیہ یا استعارہ میں

اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شایانِ شان ہو۔ ایسی تشبیہ جو تانیث کے مفہوم پر دلالت کرتی ہو، مثلاً: لیلیٰ وغیرہ۔ اس کا استعمال ہرگز نہ کیا جائے۔ خطاب یا ندا کے وقت آپ کو صفاتی نام کے ساتھ خطاب کیا جائے۔ اسمِ رسالت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ندا حرام ہے۔ اسی طرح نعت پاک میں لفظِ یثرب، صیغۂ تصغیر مثلاً: کالی کملی، یا کملیا جیسے الفاظ سے اجتناب لازم ہے۔ نعت میں کوئی بھی فکر یا خیال پیش کرتے ہوئے اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ وہ حد درجہ مبالغہ آمیز یا خلافِ واقع نہ ہو۔ مثلاً: نعت شریف میں اس بات کا اظہار کرنا کہ ''یا رسول اللہ آپ کے ہجر و فراق میں دن رات روتا ہوں''، مناسب نہیں۔ اسی طرح عشقِ مجازی کے انداز و اسلوب کو اپناتے ہوئے نعت پاک میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ''رعنا، شمشاد اور دلربا'' کہنا ممنوع ہے۔

نعت گوئی کے اصول و آداب پر مشتمل یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں :

نعت کے لوازمات میں ادب و احترام کے بہت سارے پہلو ہیں، جن کا تعلق موزوں زبان و بیان، انتخابِ الفاظ، تشبیہ و استعارہ اور اندازِ تخاطب سے ہے۔ نعت کی مجموعی فضا کو ادب و احترام کے ان جذباتِ عالیہ سے سرشار ہونا چاہیے جن کی نعت متقاضی ہے۔ دراصل نعت نام ہے ہی شانِ رسالت کے ادب و احترام کا۔ یہ ایسا نقطۂ مستنیر ہے جہاں سے صنفِ نعت کے جملہ لوازمات کی شعائیں پھوٹتی ہیں۔ نعت گوئی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا احترام ہی سب کچھ ہے۔ نعت گوئی معراجِ دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل ہے۔ نعت گو، فرشتوں کا ہم زبان اور تمام ارواحِ مبارکہ کا ہم نوا ہے۔

نعت کے اظہار میں ایسی تشبیہ یا استعارے سے گریز کرنا چاہیے جس سے نعت کی پاکیزگی اور شائستگی متاثر ہوتی ہو۔۔۔ اطہر ہاپوڑی کا ایک شعر ہے:

کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

اس شعر کے دوسرے مصرعے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلیٰ سے اور گنبدِ خضریٰ کو خیمۂ لیلیٰ سے تشبیہ دینا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں۔ نعت میں اس طرح کی تشبیہات و استعارات کا استعمال دراصل شاعروں کے فکر وفن پر غزل کے گہرے اثرات کا نتیجہ ہے۔ ان کی نعت گوئی میں تغزل کا رنگ اور غزل کے مخصوص رموز وعلائم کا استعمال بھی آتا ہے جن کا انداز عامیانہ اور بازاری ہے۔ اور یہ سوقیانہ مزاج نعت گوئی کے آداب کے خلاف ہے۔ نعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے دنیوی محبوبوں کے لیے استعمال کیے جانے والے الفاظ جیسے بلم، صنم وغیرہ استعمال کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے سراسر منافی ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تخاطب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی لینا یعنی یا محمد کہہ کر خطاب کرنا، ادب واحترام کے خلاف ہے (بلکہ سراسر حرام ہے)۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام سے نہیں پکارا، بلکہ المدثر، المزمل، النبی اور الرسول کے الفاظ سے خطاب کیا۔ جب کہ دوسرے انبیا کو مخاطب کرتے ہوئے ان کے ذاتی ناموں ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، زکریا، یحییٰ علیھم السلام سے خطاب کیا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''یا محمد'' کہہ کر پکارنے والوں کو بیوقوف، نادان اور ''الجاھلون'' کہا ہے۔ چنانچہ سورۂ حجرات میں ارشاد فرمایا:

ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون.

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

مگر اسے کیا کہیے کہ بعض لوگ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کرتے

ہیں، مگر جاہلانہ ضد کے ساتھ نعت پاک میں نام کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔ لہٰذا اس ضمن میں نعت گو شعرا کو قرآن مجید کے ارشاد **و تعزروہ و توقروہ** (اور ان کی تعظیم و توقیر کرو) کی پیروی کرنی چاہیے۔ تخیل اور محاکات عام شاعری کے عناصرِ ترکیبی ہیں اور ندرت و مبالغہ اس کے لیے روحِ رواں۔ جب تک عمومی شعر میں تخیل کی مینا کاری اور مبالغہ کی رنگ آمیزی نہ ہو، شعر ایک بادۂ بے کیف، گلِ افسردہ اور شمعِ بےلَو بن کر رہ جاتا ہے۔ مگر نعتیہ شاعری میں تخیل کی نادرہ کاری وجدت طرازی اور مبالغہ کی حسن آرائی شجرِ ممنوعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ نعت میں کوئی ایسا مضمون جو واقعیت کے خلاف اور اصلیت کے منافی ہو، جس کی اساس محض خیال اور آرائشِ مبالغہ پر ہو، نعت کے جادۂ جمال کو غبار آلود کر دیتی ہے اور نعت اظہارِ عقیدت کے بجائے شعر کی کیف آفرینی کا مظہر بن جاتی ہے۔

(نعت گوئی اور اس کے آداب، ص: ۱۷۷-۱۷۹، مکتبہ دار السلام، لاہور)

اعلیٰ حضرت کی بے مثال نعتیہ شاعری

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دئے ہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری پر اب تک ہند و پاک میں سینکڑوں مضامین و مقالات قلم بند کیے جا چکے ہیں، لیکن اس بحرِ ذخار کی طغیانی میں کمی ہو جانے کے بجائے مسلسل اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ امام موصوف کی جتنی انداز کی معیاری نعتیہ شاعری کا نمونہ پیش کیا ہے، اردو زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کی نعتیہ شاعری عشق و عقیدت سے لبریز ہونے کے ساتھ زبان و بیان کے لحاظ سے ایک کامیاب ترین شاعری ہے، جس میں زبان کا حسن بھی ہے اور بیان کی ندرت بھی، فصاحت و بلاغت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر بھی ہے اور تخیل و معنیٰ آفرینی کا دلکش نظارہ بھی، بلیغ تشبیہات اور نادر استعارات کی

انجمن آرائی بھی ہے اور محاورات وضرب الامثال کے طرب انگیز نمونے بھی۔غرض کہ جس زاویۂ فکر ونظر سے دیکھا جائے آپ کی شاعری اپنی مثال آپ ہے۔یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے صاحبانِ شعر وسخن اور نقادانِ فکروفن نے آپ کی شعری عظمت کا لوہا مانا ہے اور آپ کی شاعرانہ مہارت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔

کسی بھی شاعر کے شعروسخن اور فکروفن کی خوبی، زبان وبیان کے حسن ودلکشی پر موقوف ہے۔شاعری محض الفاظ کی نشست وبرخواست، ردائف وقوافی کے التزام اور مروجہ اوزان وبحور کی پابندی کرتے ہوئے صرف اشعار موزوں کرنے کا نام نہیں۔ شعروہی ہے جس میں شعریت اور معنویت پائی جائے اور شاعری وہی ہے جس میں ساحری کی کیفیت پائی جائے۔شاعری کے حسن کو دوبالا کرنے اور اس جام کو دوآتشہ کرنے والی چیزیں یہ ہیں :

فکروتخیل، مضمون آفرینی ومعنیٰ آفرینی، حسنِ کلام وزورِ بیان، تشبیہات و استعارات، صنائع لفظی ومعنوی، اصلیت وواقعیت، باریک بینی، جذبات نگاری، محاکات، دقتِ نظر، فلسفیانہ نکات، مضامینِ تصوف کی شمولیت، مرقع نگاری، منظر نگاری، وفورِ جذبات، قرینۂ اظہار، سوز وگداز وغیرہم۔ان خوبیوں کی وجہ سے ہی کسی شاعر کی شعری کاوش صحیح معنوں میں شاعری کہلاتی ہے۔

ان شعری محاسن کی جلوہ گری دیکھنی ہوتو امام احمد رضا خان محدث بریلوی کی نعتیہ شاعری کا بغور مطالعہ کریں۔ان تمام شعری محاسن پر روشنی ڈالنا ممکن نہیں۔لہٰذا یہاں ان میں سے چند گوشوں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

شاعری میں کلام کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے شاعر مختلف پیرایۂ بیان کا سہارا لیتا ہے اور وہ مضمون آفرینی، معنیٰ آفرینی اور خیال آفرینی کے زیور سے اپنے کلام کو مرصع کرتا ہے۔معنیٰ آفرینی، خیال آفرینی، مضمون آفرینی، ندرتِ بیان، نادرہ کاری، تازہ کاری، جدتِ ادا اور لطافتِ الفاظ ومعانی یا اس قسم کے دیگر الفاظ وتراکیب تقریباً متحد المعنیٰ ہیں یا پھر قدرے فرق وامتیاز کے ساتھ ایک ہی حقیقتِ کلی کے مختلف مظاہر ہیں

۔کلامِ رضا میں ان اوصاف کے حامل بیشمار اشعار ہیں۔مثال ملاحظہ کریں :

معنیٰ آفرینی و مضمون آفرینی:

تابِ مرآتِ سحر گردِ بیابان عرب
غازۂ روئے قمر دودِ چراغانِ عرب
تشنۂ نہرِ جناں ہر عربی و عجمی
لبِ ہر نہرِ جناں تشنۂ نیسانِ عرب
عندلیبی پہ جھگڑتے ہیں کٹے مرتے ہیں
گل و بلبل کو لڑاتا ہے گلستانِ عرب
ہشت خلد آئیں وہاں کسبِ لطافت کو رضاؔ
چار دن برسے جہاں ابرِ بہارانِ عرب

مضمون آفرینی کا مطلب یہ ہے کہ شاعر روایتی مضامین میں سے نئے پیکر، طرب آمیز اسلوب اور عجیب وغریب پہلو تلاش کر لیتا ہے۔ایسے مضامین کی بنیاد شاعر کے والہانہ جذبات اور اس کے بلند تخیل پر ہوتی ہے۔حسان الہند حضرت رضاؔ بریلوی نے اس میدان میں اپنی مہارتِ فن اور کمالِ ہنر مندی کا بھر پور ثبوت دیا ہے۔اس کے مزید نمونے ملاحظہ کریں :

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکنِ ناز پہ وارے گیسو

کاش آویزۂ قندیل مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو
خوف ہے سمع خراشی سگ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالۂ و افغاں ہم کو

چمن طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغِ سدرہ
برسوں چہکے ہیں جہاں بلبلِ شیدا ہوکر
حورِ جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں
ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لیے
آنکھوں میں آئیں، سر پہ رہیں، دل میں گھر کریں
نامِ حق پر کرے محبوب دل و جاں قرباں
حق کرے عرش سے تا فرش نثار عارض

سرِ فلک نہ کبھی تابہ آستاں پہنچا
کہ ابتدائے بلندی تھی انتہائے فلک
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا

اب تو نہ روک اے غنی عادتِ سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمۂ تر کھلائے کیوں

مندرجہ بالا اشعار میں زورِ تخیل، علوئے فکر اور مضمون آفرینی و معنیٰ آفرینی کے ساتھ تشبیہات و استعارات، محاکات و منظر نگاری، الفاظ و معانی کا حسن اور اسالیبِ بیان کی ندرت اپنے نقطۂ انتہا پر دکھائی دیتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری کا علمی و ادبی پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں صنائع لفظی و معنی کا ایک جہاں آباد ہے۔ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے

صرف دو مثال نذرِ قارئین کرتا ہوں۔

قصیدہ مرصعہ :

قصیدہ مرصعہ اس قصیدہ کو کہتے ہیں جس میں مطلع اور حسنِ مطلع کے بعد کم از کم اٹھائیس (۲۸) اشعار اس انداز سے ہوں کہ ہر شعر کے پہلے مصرعے کے آخر میں حروفِ تہجی کے تمام حروف الف سے یاء تک بالترتیب آجائیں اور یہ سلسلہ حرف ''الف'' سے بالترتیب شروع ہو کر حرفِ ''ی'' پر ختم ہو۔

اعلیٰ حضرت کا مشہور قصیدۂ درود ''قصیدہ مرصعہ'' کا عمدہ نمونہ ہے۔ یہ قصیدہ ساٹھ اشعار پر مشتمل ہے، جس کے مطلع اور حسنِ مطلع کے بعد ہر شعر کے پہلے مصرعے کا آخری حرف باعتبارِ حروفِ تہجی بالترتیب الف سے شروع ہو کر یاء پر ختم ہوتا ہے۔ یہاں نمونے کے طور پر چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں، تفصیل کے لیے حدائق بخشش میں موجود قصیدے کا بالاستیعاب مطالعہ کریں :

کعبہ کے بدر الدجی تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحی تم پہ کروڑوں درود

(الف)

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

(ب)

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے ''لاجواب''
نام ہوا مصطفٰے تم پہ کروڑوں درود۔

(ت)

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ''ثبات''
اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود

(ث)

تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن ''خبیث''
تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

(ج)

وہ شب معراج راج وہ صف محشر کا ''تاج''
کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود

(ح)

جان و جہان مسیح ، داد کہ دل ہے ''جریح''
نبضیں چھٹیں دم چلا تم پہ کروڑوں درود

(خ)

اف وہ راہ سنگلاخ آہ یہ پا شاخ ''شاخ''
اے مرے مشکل کشا تم پہ کروڑوں درود

(د)

تم سے کھلا باب جود تم سے ہے سب کا ''وجود''
تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروڑوں درود

(ذ)

خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم ''ملاذ''
آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروڑوں درود

(ر)

گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و ''غفور''
بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں درود

(ز)

بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں ''عزیز''
ایک تمہارے سوا تم پہ کروڑوں درود

صنعتِ ترصیع:

''صنعتِ ترصیع ایسی صنعت کو کہتے ہیں جس میں پہلے مصرعے کے تمام الفاظ دوسرے مصرعے کے تمام الفاظ کے ہم قافیہ ہوں۔'' اس تعریف کے بعد اعلیٰ حضرت کے مندرجہ ذیل اشعار دیکھیں اور ان کی شاعری کا معجزانہ کمال دیکھیں :

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے
چھبتی ہوئی جگر میں ادا کس گجر کی ہے
اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

مندرجہ بالا اشعار کے پہلے مصرعے کے تمام الفاظ دوسرے مصرعے کے تمام الفاظ و کلمات کے ہم قافیہ ہیں۔ شعری مہارت کی ایسی مثال اردو میں بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ اسی طرح صنعتِ تلمیح، صنعتِ تنسیق الصفات، صنعتِ لف ونشر مرتب، صنعت طباق اور صنعت تضاد وغیرہ پر مشتمل سینکڑوں اشعار حدائقِ بخشش میں موجود ہیں۔

ان تمام تر ادبی و فنی خصوصیات کے اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا حد درجہ عشق وعقیدت سے لبریز ہونا ہے، جو قارئین کے دلوں پر

والہانہ کیفیت طاری کر دیتی ہے۔امام احمد رضا خان بریلوی واقعی امامِ نعت گویاں ہیں ۔ان کے نعتیہ کلام میں فکروفن کے بیشمار پہلو پوشیدہ ہیں، جن کو کھنگالنے اور باہر لانے کی ضرورت ہے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا لکھتے ہیں:

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خدا نے جن لازوال علمی وفقہی کمالات، باطنی ونظری خصوصیات اور علمی وادبی خصائص سے نواز رکھا تھا، ان میں سے ایک صفتِ خاص آپ کی منفرد نعت گوئی ہے۔ اگر ایسے اساتذۂ فکروفن کی فہرست تیار کی جائے جنہوں نے اس صدی میں ثنائے مصطفیٰ کا پرچم لہرانے والوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا تو ان میں یقیناً سرِ فہرست حضرتِ فاضل بریلوی کا اِسم گرامی ہوگا کہ جن کی نعت گوئی کا اعتراف اپنوں نے ہی نہیں بلکہ بیگانوں نے بھی کیا ہے۔ بلکہ ان نابغۂ روزگار ثنا گویانِ کوچہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے بیشتر نے انہیں فنِ نعت کے حوالے سے اہم سخن گو قرار دیا ہے۔آپ کی نعتیہ شاعری کا سورج جب ایک بار چمکا تو پھر اس کی روشنی کبھی ماند نہ پڑسکی، بلکہ ہر آنے والے دور کا شاعر جب مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ذہن وفکر کو آمادہ کرتا ہے تو احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلامِ بلاغت سے راہ نمائی ضرور حاصل کرتا ہے۔ایشیا کی مساجد سے لے کر یورپ کے اسلامی مراکز تک ہر جگہ ان کا تحریر کردہ یہ سلام گونجتا ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ چوں کہ بہت بڑے عالم دین اور علومِ شریعت سے غیر معمولی آگاہی رکھنے والے نعت گو شاعر تھے،اس لیے انہوں نے نعت کے حقیقی مقام ومرتبے کو اجاگر کیا ہے۔

(سالانہ نعتیہ مجلہ نعت رنگ، ص:۳۰۸، سن:۲۰۱۲ء)

امامِ نعت گویاں علوم وفنون کی ایک انجمن

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی عبقری شخصیت بیشمار اوصاف وکمالات اور مختلف علوم وفنون کی جامع تھی۔ خالقِ لوح وقلم نے انہیں علوم و فنون کا گنجینہ اور حقائق ومعارف کا سمندر بنا کر دنیا میں بھیجا تھا۔ وہ اپنے وقت کے مجدد تھے اور علوم وفنون کی ایک خوب صورت انجمن، جس میں نوع بنوع علوم کی جلوہ سامانیاں موجود تھیں۔ امام نعت گویاں کی حیثیت سے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر بیشمار علوم و فنون کی زلفِ برہم اپنے شانۂ خامہ سے سلجھایا کرتے تھے۔ فتاویٰ رضویہ اور دیگر کتب ورسائل میں ان کی علمی جلالت اور فکری وفنی مہارت کا نمونہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ محققینِ رضویات نے بیشمار علوم وفنون پر آپ کی مہارت وتبحر کا اعتراف کیا ہے اور کامل تحقیق وتفتیش کے بعد بعض نے ایک سو چودہ (۱۱۴) اور بعض اہلِ علم نے ایک سو پانچ علوم وفنون میں امام احمد رضا بریلوی کی مہارت کا قول کیا ہے، جو حسبِ ذیل ہے :

(۱) علم القرآن (۲) قرأت (۳) تجوید (۴) تفسیر (۵) علم حدیث (۶) تخریج (۷) فقہ (۸) علم الکلام (۹) علم العقائد (۱۰) علم البیان (۱۱) علم المعانی (۱۲) علم المناظرہ (۱۳) فتویٰ نویسی (۱۴) سیرت نگاری (۱۵) فلسفہ (۱۶) منطق (۱۷) تنقیدات (۱۸) فضائل ومناقب (۱۹) ادب (۲۰) شاعری (۲۱) نثر نگاری (۲۲) حاشیہ نگاری (۲۳) اسماء الرجال (۲۴) علم الاخلاق (۲۵) روحانیت (۲۶) تصوف (۲۷) سلوک (۲۸) تاریخ وسیر (۲۹) جدول (۳۰) صرف ونحو (۳۱) بدیع (۳۲) علم الانساب (۳۳) علم الفرائض (۳۴) ردات (۳۵) پند ونصائح (۳۶) مکتوبات (۳۷) ملفوظات (۳۸) خطبات (۳۹) جغرافیہ (۴۰) تجارت (۴۱) شماریات (۴۲) صوتیات (۴۳) مالیات (۴۴) اقتصادیات (۴۵) معاشرت (۴۶)

طبعیات (۴۷) معاشیات (۴۸) ہیئت (۴۹) کیمیا (۵۰) معدنیات (۵۱) فلکیات (۵۲) نجوم (۵۳) جفر (۵۴) ارضیات (۵۵) تعلیم و تعلم (۵۶) علم الحساب (۵۷) زیجات (۵۸) زائرچہ (۵۹) تعویذات (۶۰) طب (۶۱) ادویات (۶۲) لسانیات (۶۳) رسم الخط (۶۴) جرح وتعدیل (۶۵) اورادواذکار (۶۶) ایمانیات (۶۷) تکسیر (۶۸) توقیت (۶۹) اوفاق (۷۰) علم ریاضی (۷۱) بینک کاری (۷۲) زراعت (۷۳) تاریخ گوئی (۷۴) سیاسیات (۷۵) علم الاوقات (۷۶) ردِّ موسیقی (۷۷) قانون (۷۸) تشریحات (۷۹) تحقیقات (۸۰) علم الادیان (۸۱) ماحولیات (۸۲) علم الایام (۸۳) تعبیر (۸۴) عروض وقوانی (۸۵) علم البر والبحر (۸۶) علم الاوزان (۸۷) حکمت (۸۸) نقد ونظر (۸۹) تعلیقات (۹۰) موسمیات (۹۱) شہریات (۹۲) علم المناظر (۹۳) نفسیات (۹۴) صحافت (۹۵) علم الاموال (۹۶) عملیات (۹۷) علم الاحکام (۹۸) علم النور (۹۹) ما بعد الطبعیات (۱۰۰) عمرانیات (۱۰۱) علم رمل (۱۰۲) لغت (۱۰۳) استعارہ (۱۰۴) حیاتیات (۱۰۵) نباتات

ندرتِ بندش وحسنِ ترکیب

لفظ ومعنی میں فوقیت کس کو حاصل ہے؟ علمائے معانی و بیان کے درمیان ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے اور اپنے موقف کی تائید میں ہر ایک نے دلائل پیش کیے ہیں۔ تاہم عام رجحان یہی ہے کہ لفظ کو معنیٰ پر برتری حاصل ہے۔ معانی وخیالات اور جذبات و احساسات کا اظہار تو معمولی شعور رکھنے والا انسان بھی کر لیتا ہے، لیکن اظہارِ خیال اور بیانِ مدعا میں کمال یہ ہے کہ متکلم مناسب وموزوں الفاظ کی مدد سے کسی بھی خیال کو اتنے خوب صورت پیرائے میں بیان کرے کہ مخاطب وسامع جھوم اٹھے۔ اس لیے شاعری میں ندرتِ بندش وحسنِ ترکیب کو ''شعری محاسن'' میں شمار کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ

حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے کلام میں دیگر فکری و معنوی خوبیوں کے ساتھ ایک اہم خوبی ترکیب اور بندش کی ندرت بھی ہے۔ آپ کا اسلوبِ سخن نہایت اچھوتا اور والہانہ ہے۔ مجموعی اعتبار سے اگرچہ آپ کے کلام میں مضمون آفرینی و خیال آفرینی کی بہتات ہے، تاہم اس کی ادائیگی کے دلکش اسلوب و عمدہ پیرایۂ بیان بھی قارئین و سامعین کے کانوں میں رس گھولنے والے ہیں۔ اس حوالے سے چند اشعار ملاحظہ کریں :

چمن طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغ سدرہ
برسوں چہکے ہیں جہاں بلبل شیدا ہوکر

نام مدینہ لے لیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں
حور جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لیے
آنکھوں میں آئیں، سر پہ رہیں، دل میں گھر کریں

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا
گروں کا سہارا عصائے محمد ﷺ

تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نظر
ایک جانِ بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے

عرش پہ جا کے مرغ عقل تھک کے گرا غش آ گیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

کاش آویزۂ قندیل مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو

جان ہے عشقِ مصطفی روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

راہ نبی میں کیا کمی فرش بیاض دیدہ کی
چادر ظل ہے ملگجی زیرِ قدم بچھائے کیوں

مندرجہ بالا اشعار میں ندرتِ بندش، حسنِ ترکیب اور اسلوب کی جو عمدگی پائی جاتی ہے ،اہلِ علم اور باذوق قارئین اس کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

منظر نگاری و پیکر تراشی

اردو شاعری میں منظر نگاری و پیکر تراشی کو غیر معمولی اہمیت و مقبولیت حاصل ہے۔ پیکر تراشی کا مطلب یہ ہے کہ لفظوں کے ذریعے کسی تصور یا خیال کو اس طرح پیش کیا جائے کہ اس کی شکل و صورت نگاہوں کے سامنے متشکل ہو جائے۔ شاعری اور بالخصوص نعتیہ شاعری میں اس شعری وصف کا پیدا کرنا، کمالِ ہنر مندی کی دلیل ہے۔ باکمال اور قادر الکلام شعرا صنفِ نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت و ستائش میں ایسی صفات و خصوصیات اور وہ انوکھا پیرایۂ بیان استعمال کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مختلف گوشے نگاہوں میں پھر جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے اپنی شاعری میں ایسے اچھوتے اسلوب استعمال کیے ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ وسلم کے اوصاف و محاسن کے وہ نمونے پیش کیے ہیں کہ پیکر تراشی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر جھلملانے لگی ہے۔ منظر نگاری و پیکر تراشی کا یہ انداز دیکھیں :

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول ، دہن پھول ، ذقن پھول ، بدن پھول

خوار و بیمار و خطا وار و گنہ گار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

اس شعر میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی صفاتِ عالیہ کے ذکر و بیان کے ساتھ جو انداز بیان اور اسلوبِ سخن اپنایا گیا ہے، اس میں لفظی تلازمے کے ساتھ منظر نگاری و پیکر تراشی کا اسلوب و انداز نمایاں ہے۔ اس طرح کے اشعار وہی کہہ سکتا ہے جس کو زبان کے ساتھ ساتھ فن پر پوری مہارت حاصل ہو۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں امام احمد رضا

کو نعتیہ شاعری میں جو رتبہ حاصل ہے، اس مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ انھوں نے نعتیہ شاعری کو اپنی فکرِ بلیغ عطا کر کے اسے نئی جہات سے آشنا کرایا ہے۔

منظر نگاری و پیکر تراشی کے حوالے سے آپ کا نعتیہ قصیدہ جو ''قصیدۂ معراجیہ'' کے نام سے مشہور ہے، اپنا جواب نہیں رکھتا ہے۔ کلامِ رضا کی فکری وفنی عظمت کا اندازہ لگانا ہو تو اس قصیدے کا بغور مطالعہ کریں۔

وہ سرورِ کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے
وہاں فلک پر یہاں زمیں پر، رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
اِدھر سے انوار ہنستے آتے، اُدھر سے نفحات اٹھ رہے تھے
اتار کر ان کے رخ کا صدقہ، وہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے
وہی تو اب تک چھلک رہا ہے، وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی، کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے
تبارک اللہ شان تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی، کہیں تقاضے وصال کے تھے
خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے، گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے، کسے بتائے کدھر گئے تھے
سراغ این و متیٰ کہاں تھا، نشانِ کیف و الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی، نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے
ادھر سے پیہم تقاضے آنا، ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت ابھارتے تھے

امامِ احمد رضا اور علمِ بیان و معانی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت فکری و فنی شاعری کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مختلف علوم و فنون کی مصطلحات کثرت سے مستعمل ہوئی ہیں اور خاص طور سے علمِ بیان و معانی و بدیع کی مثالیں اس میں اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ اس موضوع پر پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ علمِ بیان میں ایک معنیٰ و مفہوم کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کے اصول بیان کیے جاتے ہیں۔ یعنی اس علم کی مدد سے ایک معنیٰ کو مختلف انداز و اسلوب میں بیان کرنے کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ علمِ معانی اصطلا حاوہ علم ہے جس سے کلام کا حسن اور خوبی ظاہر ہو۔ ان کو صنائع و بدائع بھی کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ معنوی و لفظی۔ تشبیہ و استعارہ، مجازِ مرسل اور کنایہ علمِ بیان کے بنیادی ابحاث و مندرجات ہیں۔ علمِ معانی و بدیع میں مختلف صنعتوں سے بحث کی جاتی ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ ادیب و شاعر نے اپنے کلام میں کون کون سی صنعتیں استعمال کی ہیں۔ بہر کیف! تشبیہ ہو یا استعارہ، مجازِ مرسل ہو یا کنایہ یا دیگر صنائع لفظی معنی، یہ ساری چیزیں عروسِ سخن کے زیور ہیں۔ ان کے ذریعے کلام کی تزئین و آرائش کا کام لیا جاتا ہے۔

استعاراتِ رضا

استعارہ اسے کہتے ہیں جس میں لفظ کو اس کے حقیقی معنیٰ کے بجائے معنیٰ مجازی میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس حقیقی و مجازی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے۔ تشبیہ و استعارہ میں فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں بالعموم مشبہ و مشبہ بہ و حرفِ تشبیہ مذکور ہوتے ہیں، جب کہ استعارہ میں مشبہ و حرف تشبیہ محذوف ہوتا ہے اور اس میں مشبہ سے عین مشبہ بہ مراد لیا جاتا ہے۔ کلامِ رضا میں استعاراتی اشعار کثیر تعداد میں ہیں۔

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

آنکھیں ٹھنڈی ہوں، جگر تازہ ہوں، جانیں سیراب
سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلم دان گیا

اٹھا دو پردہ، دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر، نہ پھر چاہے دلہن پھول

ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

ان اشعار میں بدرالدجیٰ، شمس الضحیٰ، نورِ باری، گل، منشیِ رحمت، ماہِ طیبہ اور سچے سورج سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مراد ہے۔

کلامِ رضا میں نہ صرف یہ کہ تشبیہات و استعارات کا کثرت سے استعمال ہوا ہے، بلکہ ان میں کمالِ ندرت اور جمالِ فن کی آمیزش بھی ہے۔ تشبیہات و استعارات پر مبنی چند اشعار نذرِ قارئین ہیں:-

تشبیہاتِ رضا

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
ریشِ خوش معتدل، مرہمِ ریش دل
ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

دل کرو ٹھنڈا میرا وہ کفِ پا چاند سا
سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

اس شعر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک کو ہالۂ ماہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

لَکَ بَدْرٌ فِی الْوَجْہِ الْاَجْمَلْ خط ہالۂ مہ، زُلف ابرِ اَجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

عیدِ مشکل کشائی کے چمکے ھلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی
ہیں درعدن، لعلِ یمن، مشکِ ختن پھول

کلامِ رضا میں علم منطق وفلسفہ کی جلوہ ریزیاں

مجددِ اسلام امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے خامۂ اعجاز رقم کا نمونہ منطق و فلسفہ میں بھی نظر آتا ہے، جہاں انہوں نے فلسفہ و منطق کے بہت سارے خشک مضامین کو نعتیہ شاعری کا پیرہن عطا کیا ہے اور صنفِ نعت کے دامن کو نت نئے

جہانِ معانی سے مالا مال کیا ہے۔اس مبارک صنف میں آپ کے علمی اصطلاحات سے آراستہ اشعار جہاں قارئین کو علمی جہان سے آشنا کرتے ہیں، وہاں صفحۂ قرطاس کو بھی معطر و معنبر کرتے ہیں۔امام احمد رضا کے مرغِ تخیل نے فضائے نعت میں پرواز کرتے ہوئے انوکھی معنی آفرینی اور جدت وندرت کی لہلہاتی فصل اگانے کے ساتھ منطق وفلسفہ کے قیمتی مباحث سے دنیائے شعر وادب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ان فنون سے شغف رکھنے والے حضرات اشعار کی معنویت سے ضرور محظوظ ہوں گے۔اس تعلق سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں :

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفی کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل
جوہرِ فردِ عزت پہ لاکھوں سلام

غایت و علت سبب بہر جہاں تم سب
تم سے بَنا ، تم بِنا تم پہ کروروں درود

وہ گراں سنگیِ قدرِ مس وہ ارزانی جود
نوعیہ بدلا کیے سنگ و لآلی ہاتھ میں

ممکن میں یہ قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

یہ اشعار فلسفہ کے متنوع نظریات کے مظہر ہیں۔علمِ منطق کی اصطلاح پر یہ دو شعر

دیکھیں:

تم سے خدا کا ظہور، اس سے تمہارا ظہور
لم ہے وہ ان ہوا، تم پہ کروڑوں درود

سببِ ہر سبب، منتہائے طلب
علتِ جملہ علت پہ لاکھوں سلام
ذرے مہرِ قدس تک تیرے توسط سے گئے
حدِ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

منطق وفلسفہ کے علاوہ علمِ نجوم وہیئت وعلمِ ہندسہ کی مصطلحات پر مشتمل کچھ اشعار دیکھتے جائیں:-

علمِ نجوم :

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا

سعدین کا قِران ہے پہلوئے ماہ میں
جھرمٹ کیے ہیں تارے، تجلی قمر کی ہے
دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے

نبوی ظل، علوی برج، بتولی منزل
حسنی چاند، حسینی ہے اجالا تیرا

علمِ ہندسہ :

محیط و مرکز میں فرق مشکل، رہے نہ فاصل خطوطِ واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے، عجیب چکر میں دائرے تھے

کیا لکیروں میں یداللہ خط سروِ آسا لکھا
راہ یوں اس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

علمِ ہیئت :

مہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے
ڈالے دو بوند شب دے میں جو بارانِ عرب

ہیں عکسِ چہرہ لبِ گلگوں کی سرخیاں
ڈوبا ہے بدرِ گل سے شفق میں ہلالِ گل
طلائے مہر ہے ٹکسال باہر
کہ خارج مرکزِ حامل ہے یا غوث

علمِ ارضیات پر مشتمل ایک معنی خیز شعر

نبوی خور، علوی کوہ، بتولی معدن
حسنی لعل، حسینی ہے تجلا تیرا

جدید سائنس دانوں اور ماہرینِ ارضیات نے ہیرا اور کوئلہ کو ایک ہی فیملی کاربن کا

ممبر بتایا ہے اور اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر کوئلہ کو ایک مخصوص مدت تک ایک مخصوص حرارت ملتی رہے تو کان کے اندر مختلف ری ایکشنز سے وہ بھی ہیرا بن سکتا ہے۔ دامنِ کوہ میں جو ہیرا ملتا ہے، وہ سورج کی حرارت اور اس کی توانائی سے ایک خاص ہیرے کی شکل حاصل کرلیتا ہے، جسے "لعل" کہتے ہیں۔ حضرت رضاؔ بریلوی نے سرکار سیدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "حسنی لعل" کہا ہے تو ظاہر ہے یہ ہیرا علوی کوہ کے دامن میں موجود بتولی کان کا ہے اور اسے نبوی خورشید یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حرارت وتوانائی ملی ہے، کیوں کہ وہی ان کے جد اعلیٰ ہیں۔ سرکار غوث پاک والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی سید ہیں اور اس طرح یہ حضرت علی و حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بھی اولاد ہیں اور ان سب کی اصل حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت رضا بریلوی نے مذکورہ بالا شعر میں علمِ ارضیات کی اصطلاح اور اس علم کی بنا پر بہت ہی خوبصورت شعر کہا ہے، جس میں صداقت و بلاغت بھی ہے اور علمیت بھی، معنیٰ آفرینی بھی ہے اور بلند خیالی بھی۔

(کلامِ رضا کے نئے تنقیدی زاویے، ص: ۲۵)

کلامِ رضا کی منفرد ردیفیں

حقیقت کے اعتبار سے شعر کے دو اجزا ہیں، دو لوازم ہیں اور دو شرائط ہیں۔ محاکات وتخیل شعر کے اجزا ہیں۔ اکثارِ الفاظ و مطالعۂ صحیفۂ کائنات اس کے لوازم ہیں اور وزن وقافیہ، شعر کے لیے شرط ہیں۔ مروجہ اصنافِ سخن میں شعر گوئی کے لیے وزن و قافیہ شرطِ لازم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شعر گوئی کے لیے "ردیف" لازم وضروری نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شعرائے قدیم وجدید کے دواوین وکلیات میں غیر مردّف کلام بھی پائے جاتے ہیں۔ تاہم ردیف کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جس کلام میں ردیف کی پابندی کی جاتی ہے، اس کو کما حقہ برتنا، شعری مہارت اور کمال ہنر مندی کی

دلیل سمجھی جاتی ہے۔ کیوں کہ نظم کے ہر شعر میں پیش کیے گئے مضمون اور خیال کی ادائیگی ردیف پر ہی منحصر ہوتی ہے اور اس موقع پر شاعر کی شعری لیاقت، فنی رکھ رکھاؤ اور اس کے اسلوب کی شائستگی و دلکشی کا پتہ چلتا ہے۔ ردیف طویل بھی ہوتی ہے اور متوسط و مختصر بھی۔ لیکن بالعموم ردیف مختصر ہوتی ہے اور قادر الکلام شاعر اس مختصر ردیف (جو کبھی ایک لفظ اور کبھی ایک جملہ کی صورت میں ہوتی ہے) شعر کو بلاغت و معنویت کے آسمان پر پہنچا دیتا ہے۔ حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمہ جیسے مایۂ ناز اور قادر الکلام نعت گو شاعر نے جہاں سنگلاخ اور دشوار ترین زمین میں سخت قوافی میں اپنی جولانیِ طبع کا مظاہرہ کیا ہے، وہیں دشوار ترین ردائف کا استعمال کر کے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اپنی باکمال نعتیہ شاعری میں جن منفرد ردیفوں کا استعمال کمالِ مہارت کے ساتھ کیا ہے، وہ یہ ہیں :

(۱) نور کا
(۲) پہ لاکھوں سلام
(۳) تم پہ کروڑوں درود
(۴) عرب
(۵) عارض
(۶) گیسو
(۷) ایڑیاں
(۸) ہاتھ میں۔

ان میں خصوصیت کے ساتھ عرب، گیسو، عارض، ایڑیاں وغیرہ ایسی ردیفیں ہیں، جن کا نمونہ اردو نعتیہ شاعری میں تقریباً ناپید ہیں۔ امام موصوف نے لفظِ ''عرب'' کی ردیف پر مشتمل دو نعتیں کہی ہیں، جو فصاحت و بلاغت اور فکری و فنی لحاظ سے اپنی مثال

آپ ہیں۔ ان دونوں کلام سے ان کی رفعتِ تخیل، پرواز کی بلندی، شاعرانہ کمال، فنی حذاقت اور عشق وعقیدت کے علاوہ سوز و گداز پر مبنی ان کے قلبی واردات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ نمونے کے طور پر چند اشعار نذرِ قارئین ہیں :

تابِ مرآتِ سحر گردِ بیابانِ عرب
غازہ روئے قمر دودِ چراغانِ عرب
اللہ اللہ! بہارِ چمنستانِ عرب
پاک ہیں لوثِ خزاں سے گل و ریحانِ عرب
عرش سے مژدۂ بلقیس شفاعت لایا
طائرِ سدرہ نشیں مرغِ سلیمان عرب
حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب
کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یوسفستاں ہے ہر اک گوشۂ کنعانِ عرب
کرمِ نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسانِ عرب

اعلیٰ حضرت نے ردیف ''گیسو'' پر بھی بڑا اچھوتا نعتیہ کلام پیش کیا ہے، جو فصاحت و بلاغت اور معنیٰ آفرینی کے ساتھ حسنِ تغزل کا انمول نمونہ ہے۔

چمنِ طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکنِ ناز پہ وارے گیسو
ہم سیاہ کاروں پہ یا رب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو
بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

اسی طرح ''عارض'' اور ''ایڑیاں'' جیسی منفرد ردیف میں آپ نے نعتیہ شاعری کے جو فکر انگیز اور طرب آمیز نمونے پیش کیے ہیں، وہ اردو شاعری کے لیے خاصے کی چیز ہیں ۔ان دشوار ترین ردیفوں کو اتنی مہارت کے ساتھ شعر کا حریری جامہ پہنانا کہ مضمونِ شعر میں کسی قسم کا ابہام، جھول یا پیچیدگی پیدا ہوئے بغیر سلاست و روانی برقرار رہے، شاعر کی فنی و لسانی مہارت کی روشن دلیل ہے۔ آیئے اور امام احمد رضا خان محدث بریلوی کے خامۂ اعجاز رقم کا جلوہ دیکھیے :

نارِ دوزخ کو چمن کر دے بہارِ عارض
ظلمتِ حشر کو دن کر دے نہارِ عارض
میں تو کیا چیز ہوں خود صاحبِ قرآں کو شہا
لاکھ مصحف سے پسند آئی بہارِ عارض
جیسے قرآن ہے ورد اس گلِ محبوبی کا
یوں ہی قرآں کا وظیفہ ہے وقارِ عارض
آہ بے مائگیِ دل کہ رضائے محتاج
لے کر اک جان چلا بہرِ نثارِ عارض

عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
جابجا پرتو فگن ہیں آسماں پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید، شب کو ماہ و اختر ایڑیاں

تاجِ روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں
ایک ٹھوکر میں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں
چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی
کرچکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں
اے رضا طوفانِ محشر کے تلاطم سے نہ ڈر
شاد ہو، ہیں کشتیِ امت کو لنگر ایڑیاں

کلامِ رضا میں اردو محاورات کا فنکارانہ استعمال

دنیا کی کسی بھی متمدن اور ترقی یافتہ زبان میں محاورات اور روزمرہ کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے ذریعے نہ صرف زبان کی فصاحت بلکہ بعض اوقات اس کی بلاغت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محاورے کو ''زبان کا زیور'' کہا گیا ہے۔ ان کی مدد سے سادہ بات اور عام خیال بھی خوب صورت اور سحر انگیز بن جاتے ہیں اور قارئین و سامعین مسحور ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ پچاس سے زائد علوم وفنون پر مہارتِ تامہ رکھتے تھے اور عربی و فارسی و اردو زبان و ادب کے رمز آشنا عالم و محقق اور ادیب و شاعر تھے۔ انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں زبان و بیان کے جملہ محاسن صوری و معنوی میں سمیٹ کر گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ دیگر شعری و لسانی خوبیوں کے علاوہ کلامِ رضا کی ایک ممتاز خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں اردو محاورات بڑے سلیقے اور فنی قرینے کے ساتھ استعمال کیے گئے ہیں۔ آپ کے نعتیہ دیوان ''حدائقِ بخشش'' میں شاید ہی کوئی ایسی نعت ہو جس میں دو چار محاورات نہ پائے جاتے ہوں۔ اردو محاورات پر مشتمل چند معنی

خیز اشعار ملاحظہ ہوں:

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا
تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے
پلا ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا
میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد
ہند میں رہ کے بھی دیتا رہوں پہرا تیرا
شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرہ تیرا
بازِ اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی
دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا
دلِ اعدا کو رضاؔ تیز نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

☆☆☆

کاوشاتِ اشرف

NAAT:ADAB AUR SINF

by Ashraf Raza Qadri



Haji Mohammad Rizwan Memon

Gariaband Chhattisgarh

AMEEN-E-SHARIAT DARUL MUTALA

Baloda Bazar, Chhattis Garh